رپورٹ مذاکرہ

محمد اسلم صدیق / حافظ مبشر حسین لاہوری☆

قربِ قیامت کی پیش گوئیاں

قرآنِ کریم اور فن محدثین کے معیار کے مطابق مستند روایاتِ حدیث میں صادق ومصدوق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قیامت سے قبل پیش آنے والے واقعات کے بارے میں واردشدہ وہ خبریں جنہیں 'پیش گوئیاں' کہا جاتا ہے، کی تعبیر وتشریح کے حوالہ سے اُمتِ مسلمہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ مجلس التحقیق الاسلامی نے بھانت بھانت کی انفرادی آرا کے بالمقابل اکابر علما کے رُوبرُو موضوع سے متعلقہ سوالات پیش کرکے اس کا صحیح رخ متعین کرنے کے لئے مؤرخہ ۲۶ رجنوری ۲۰۰۳ء کو دفتر ماہنامہ محدث میں ایک مذاکرے کا اہتمام کیا جس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق رکن اور ادارۂ علوم اثریہ فیصل آباد کے روح رواں مولانا ارشاد الحق اثری، جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی، نائب شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم، مرکز التربیۃ الاسلامیہ کے مہتمم حافظ محمد شریف، ہفت روزہ 'الاعتصام' اور ماہنامہ 'محدث' لاہور کے سابق ایڈیٹر حافظ صلاح الدین یوسف اور کلیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے رئیس قاری محمد ابراہیم میر محمدی شامل تھے۔ مجلس التحقیق الاسلامی کے ناظم شیخ التفسیر مولانا حافظ عبدالسلام فتح پوری اور دیگر ارکانِ مجلس میں سے مولانا حافظ عبدالوحید، جناب محمد عطاء اللہ صدیقی، مولانا محمد آصف اریب، مدیر 'محدث' حافظ حسن مدنی، جناب محمد اسلم صدیق و دیگران شریکِ مجلس ہوئے۔ ماہنامہ 'الشریعۃ' گوجرانوالہ کے مدیر شہیر مولانا زاہد الراشدی کو بھی دعوت دی گئی تھی لیکن وہ پیشگی طے شدہ پروگرام کی بنا پر خود تو شریک نہ ہوسکے البتہ ان کی نمائندگی ان کے معاون وصاحبزادہ جناب عمار ناصر نے کی۔ جبکہ راشدی صاحب

☆ ریسرچ سکالرز، مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

www.KitaboSunnat.com

نے اس بحث میں اپنے ایک علمی مراسلہ کے ذریعے بھی حصہ لیا۔

مابعد الطبیعاتی (غیبی) اُمور کے بارے میں بذریعہ وحی (قرآن و حدیث) حاصل ہونے والی خبروں کے بارے میں صحابہ کرام اور ائمہ سلف کا موقف معروف ہے کہ

وہ نہ تو فوضویہ کی طرح ایسی خبروں کی عام تفہیم وتشریح سے گریز کرتے ہیں اور نہ ہی ایسی تفسیر و تاویل گوارا کرتے ہیں جس سے ان کی حقیقت کا تعطل لازم آئے۔ برزخی اُمور کے علاوہ جنت و دوزخ اور اسماء وصفاتِ الٰہی (غیبی اُمور) میں ان کا موقف یہی ہے جیسا کہ امام مالکؒ سے ایک سوال پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے مگر اس استوا کی کیفیت کیا ہے؟ تو امام مالکؒ نے جواب دیا کہ

"الکیف غیر معقول والاستواء غیر مجهول والایمان به واجب والسؤال عنه بدعة" (فتح الباری:۱۳/۴۰۶ /کتاب الاسماء والصفات:ص۴۰۸)

''اللہ کا استواء علی العرش تو ثابت ہے مگر استوا کی کیفیت نامعلوم ہے۔ چنانچہ استواء علی العرش پر ایمان لانا ضروری ہے جب کہ اس (کی کیفیت) کے بارے میں سوال کرنا بھی بدعت ہے۔''

مابعد الطبیعاتی اُمور میں سے ایک خاص صورت 'خواب' کی بھی ہے۔ جو سچا ہونے کی بنا پر وحی الٰہی کے مشابہ تو ہوتا ہے لیکن اس کی تعبیر وتوجیہ کا میدان زیادہ تر اشاراتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے قیدی ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر فرمائی اور آنحضرت ﷺ بھی پانی اور دودھ سے متعلقہ خوابوں کی اشاراتی تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح آپؐ نے حضرت عمرؓ کی لمبی قمیص کی تعبیر 'دین' سے فرمائی۔

جو پیش گوئیاں دنیا میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق ہیں وہ صادق مصدوق حضرت رسولِ کریم ﷺ کی طرف سے عام خبروں کی قبیل سے ہی ہوتی ہیں، اگرچہ وہ بہت بعد ظاہر کیوں نہ ہوں۔ وہ اسی طرح کی خبریں ہیں جس طرح بہت پہلے گذرنے والے آدمؑ، نوحؑ اور عاد وثمود کو پیش آنے والے ماضی کے واقعات کی خبریں قرآن وحدیث میں دی گئی ہیں لہٰذا وہ کائناتِ ارضی کے ہی واقعات ہیں اور اس میں سائنسی معمولات کے پیش نظر توجیہ وتعبیر بھی

www.KitaboSunnat.com

ممکن ہے لہٰذا اس کی توجیہات میں مابعد الطبیعاتی امور (اسماء وصفات الٰہی) کی طرح کیفیت وتفصیل سے نہ اجتناب ضروری ہے اور نہ ہی خوابوں کی تعبیر کی طرح اشاراتی انداز مناسب ہے۔ البتہ بہت پہلے ماضی کے واقعات کے جس طرح اندازے غلط ہوسکتے ہیں، قربِ قیامت پیش آنے والے مستقبل کے واقعات و اشخاص کے تعین میں بھی ایسی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود رسول اکرم ﷺ نے بسا اوقات استعاراتی زبان اختیار فرمائی مثلاً حضرت عمرؓ کی موت کو فتنوں کا دروازہ کھلنے سے تشبیہ دی اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے بھی اس دروازہ کے ٹوٹنے سے شہادتِ عمرؓ کا استعارہ مراد لیا۔ اسی طرح مشابہت کی ایک قسم تمثیل ہوتی ہے جسے 'تشبیہِ مرکب' بھی کہتے ہیں یعنی پورے واقعہ کی واقعہ سے مثال پیش کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ ضرب الامثال کا ترجمہ دوسری زبان میں کرتے ہوئے واقعات کے اجزاء بسا اوقات بالکل بدل جاتے ہیں جیسے 'جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں' کا انگریزی ترجمہ Barking dogs seldom bite بالکل درست ہے۔

البتہ پیش گوئیوں کا معاملہ بسا اوقات معجزات اور کرامات سے خلط ملط ہوجاتا ہے، واقعتاً ماضی اور مستقبل میں پیش آنے والے واقعات اگر معجزات کی نوعیت کے ہوں تو وہ بھی مابعد الطبیعاتی اُمور کا حصہ ہیں۔ لیکن تمام پیش گوئیوں کے بارے میں یہ فرض کرلینا کہ وہ معجزات وکرامات کی قبیل ہی سے ہیں، درست رویہ نہیں ہے۔

چونکہ دورِ فتن میں عام لوگوں کا ایمان متزلزل ہوجاتا ہے، اس لئے پیش گوئیوں کے بارے میں اہل علم بھی اِفراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں۔ فتنۂ انکار حدیث کے فروغ کی وجہ سے بعض منکرین جہاں خروجِ دجال، ظہورِ مہدی اور نزولِ مسیح وغیرہ سے متعلقہ صحیح احادیث کو محض افسانہ قرار دیتے رہے ہیں، وہاں بعض حضرات قرآن وحدیث کی ان صحیح اخبار وروایات مثلاً سدِ سکندری، یاجوج وماجوج اور دابۃ الارض وغیرہ کے بارے میں اشاراتی تفسیر کا انداز اپنائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر اس طاقت کو بھی دجال قرار دینے سے نہیں چوکتے جو فتنہ وفساد کا منبع اور مسلمانوں کے لئے تباہی و بربادی کا سبب بنے۔ لہٰذا کسی نے امریکہ کو دجال قرار دیا

www.KitaboSunnat.com

تو دوسرے نے اسرائیل کو دجال کہہ دیا۔ بلکہ بعض حضرات نے اسرائیل کے مخصوص طیارے KFR کو ثبوت کے طور پر پیش کر دیا کہ بعض روایاتِ حدیث میں دجال کے ماتھے پر 'ک ف ر' مکتوب ہوگا، لہٰذا اس سے مراد یہی طیارہ اور دجال سے مراد یہی اسرائیل ہے۔

سطورِ بالا میں مابعد الطبیعاتی اُمور اور پیش گوئیوں میں امتیاز واضح کرنے کے بعد ایک مسئلہ استعاراتی اُسلوب کا باقی رہ جاتا ہے کہ آیا پیش گوئیوں میں مجازِ استعارہ ممکن ہے یا نہیں؟ حالیہ مذاکرے کا بنیادی نکتہ یہی تھا۔ علاوہ ازیں معجزات کے حوالے سے دوسرا مسئلہ یہ بھی زیر بحث آیا کہ معتزلہ تو انکارِ معجزات کے لئے ان کی مادّی توجیہ کا رجحان رکھتے تھے جو سراسر غلط ہے مگر ان کے برعکس دورِ حاضر میں سائنسی ترقی کی وجہ سے پیش آنے والے مواصلاتی معاملات جو اب معمول کا حصہ بن چکے ہیں مگر ان سے ملتے جلتے واقعات جو ماضی میں مادّی اسباب کے بغیر انبیا کے ہاتھوں رونما ہوئے اور خرقِ عادت ہونے کی وجہ سے معجزہ قرار پائے تھے، تو کیا دورِ حاضر میں ان کے مشابہ اور معمول کا حصہ بننے والے واقعات سے ان گذشتہ معجزات کی حیثیت پر تو فرق نہیں پڑتا؟ مثلاً معراج کی رات آنحضرت ﷺ کا مادّی اسباب کے بغیر پل بھر میں آسمانوں کا سفر کر آنا اس دور میں بلا شبہ معجزہ ہی تھا مگر اب سائنسی پیش رفت کی بدولت مصنوعی سیاروں اور راکٹوں کے ذریعے دور فضاؤں میں پہنچنے اور وہاں کی خبریں پل بھر میں حاصل کر لانے نے جب 'سفر آسمان' کو خرقِ عادت رہنے ہی نہیں دیا تو کیا موجودہ دور کیلئے بھی انہیں معجزہ ہی سمجھا جائے گا؟ یا اس کی کوئی سائنسی توجیہ کی جائے گی.....؟

مذاکرے کے میزبان مجلس التحقیق الاسلامی کے ڈائریکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی (مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'محدث' لاہور) تھے۔ انہوں نے شرکاے مذاکرہ کے سامنے انہی دو سوالات کو پیش کر کے اہل علم کو اظہارِ خیال کی دعوت دی اور شرکائے مذاکرہ کو مندرجہ بالا موضوع پر مرتکز رکھنے کے لئے یہ بھی واضح کر دیا کہ درایتِ حدیث کے حوالے سے آج کل جو بحثیں استخفافِ حدیث کی صورت میں پیش آ رہی ہیں، اس پر ان شاء اللہ ایک باقاعدہ علمی مذاکرے کا اہتمام مستقبل قریب میں کیا جائے گا۔ تاہم اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ قرآنِ مجید کے

www.KitaboSunnat.com

الفاظ تو اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس لئے وہ وحی کی 'لفظی خبر' کی قبیل سے ہیں جبکہ حدیثِ رسول صحابہ کرام کی طرف سے خبر ہونے کے ناطے بسا اوقات روایت بالمعنی کی شکل میں آگے منتقل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ راویان حدیث اس مفہوم کو مختلف الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے پیش گوئیوں کے حوالے سے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صحابہ کرام نے بہت عرصہ بعد پیش آنے والے واقعات کی خبر میں ممکن ہے کہ خبر کا معجزاتی انداز اپنے فہم کی بنا پر اپنایا ہو لیکن حالات کی بڑی تبدیلی کی بنا پر اب وہی معمول کے واقعات نظر آرہے ہیں۔ نیز حالات کی تبدیلی کے بغیر بعض دفعہ مبہم رمشکل تجزیوں میں صحابہ کا فہم مختلف ہوتا رہا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے واقعہ معراج کے حوالہ سے صحابہ کرام میں یہ اختلاف ہوا کہ معراج کی رات آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا یا جبریلؑ کو؟ یا جس طرح قلیبِ بدر کے واقعہ میں صنادیدِ کفار کی لاشوں سے نبی اکرم ﷺ کا خطاب صحابہ کرام کے درمیان سماعِ موتی کے حوالہ سے باعثِ اختلاف ہوا۔[1]

اس تمہیدی گفتگو کے بعد مدنی صاحب نے بحیثیتِ میزبان علماے کرام کو یکے بعد دیگرے اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ موضوع چونکہ انتہائی حساس اور اہم تھا اور وقت بھی محدود تھا، اس لئے بعض علما موضوع سے متعلقہ کسی ایک پہلو ہی کی وضاحت کر پائے تاہم دیگر علما کی موجودگی سے، پیدا ہونے والی یہ تشنگی بھی ساتھ ساتھ رفع ہوتی رہی۔

---

(۱) اہل علم ایسی احادیث کے فہم میں امکانی اختلافات کی بنا پر انہیں 'مشکل الاحادیث' کا نام دیتے ہیں جن میں فہم وتعبیر کے اختلافات اگر مختلف اسالیبِ زبان تک ہی محدود رہیں تو پھر 'توسع' کی گنجائش ہوسکتی ہے لیکن فتنۂ انکارِ حدیث یا استخفافِ حدیث کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ عہدِ نبوت کے مروّج اسالیبِ زبان تک بات محدود رہے ورنہ بعد میں فنون کے تنوع میں بھی لغزشِ افکار نے کئی پناہ گاہیں تلاش کی ہیں، بالخصوص مجاز واستعارہ کا بے محابا استعمال حدود سے باہر چلا گیا ہے۔ محدثین کے ہاں احادیث کے صحت وضعف کا مسئلہ ہو یا مفہوم کی مشکلات کا، ایسی احادیث کے لئے ایک اصطلاح 'متوقف فیہ' کی بھی استعمال ہوتی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ چونکہ پیش گوئیوں کی ہی ایک قسم معجزات یا کرامات پر بھی مشتمل ہے لہٰذا احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے یا تو توجیہ کو امکانی صورت میں بیان کیا جائے ورنہ مستقبل کی امکانی وسعتوں کے حوالہ کر دینا چاہئے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبدالعزیز علوی

سب سے پہلے جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی صاحب نے اظہارِ خیال فرمایا اور نبی اکرم ﷺ کی سچی پیش گوئیوں کے بارے میں ایمان و یقین مستحکم کرنے کے لئے سورۃ الروم کی ابتدائی آیات ﴿الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ﴾ (الروم:۱تا۴) ''الم! رومی مغلوب ہوگئے ہیں۔ نزدیک کی زمین پر اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال میں ہی غالب آجائیں گے۔'' تلاوت فرمائیں اور کہا کہ جس طرح یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ روم کی عیسائی حکومت چند سالوں کے بعد دوبارہ فارس کی حکومت پر غالب آ گئی، اسی طرح آنحضرت ﷺ کی تمام پیش گوئیاں ضرور پوری ہوں گی۔ انہوں نے فرمایا کہ ظاہری اسباب اور سائنسی اُصولوں سے اس حد تک مرعوب نہیں ہونا چاہئے کہ ہم وحی سے حاصل ہونے والی پیش گوئیوں کے بارے میں کسی شک و شبہ کا شکار ہوجائیں۔ سائنسی نظریات تو بدلتے رہتے ہیں مثلاً پہلے ڈارون نے نظریہ پیش کیا کہ علت و معلول کا تخلّف نہیں ہوسکتا جبکہ بعد ازاں اس تھیوری کو آئن سٹائن نے غلط ثابت کردیا کہ نیچرل اور سپر نیچرل کی کوئی حقیقت نہیں.....!!

حافظ صلاح الدین یوسف

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے بھی پیش گوئیوں کے مبنی برحق ہونے اور ان پر پختہ ایمان و یقین رکھنے کے سلسلے میں علوی صاحب کی تائید فرمائی اور اس بات پر بھی زور دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیوں کی تعبیر و توجیہ میں حد درجہ احتیاط ملحوظِ خاطر رکھی جائے تاوقتیکہ وہ حتمی طور پر سامنے آجائیں۔ پیش گوئیوں میں معجزات کے بارے میں مابعد الطبیعاتی اُمور کے پیش نظر ان کا تبصرہ امام مالک کے اندازِ فکر کی طرف تھا جس کے مطابق صفاتِ الٰہی کی کیفیت پیش کرنے سے احتراز کا پہلو پایا جاتا ہے۔ کیونکہ امام مالک سے جب مابعد الطبیعاتی امور مثلاً اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی کیفیت و حالت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس پر اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا کہ ''لفظ استواء سے اللہ تعالیٰ کا عرش پر قرار

www.KitaboSunnat.com

یا بلند ہونے کا معنی تو واضح ہے مگر اللہ تعالیٰ کے مستوی علی العرش ہونے کی حالت و کیفیت کیسی ہے، اس کے بارے میں (شارع کی طرف سے) ہمیں کچھ نہیں بتایا گیا۔اس لئے اللہ تعالیٰ کے مستوی علی العرش ہونے پر ایمان لانا تو واجب ہے مگر اس استواء کی حالت و کیفیت اور کنہ وحقیقت کا سوال کرنا بدعت ہے۔''

انہوں نے فرمایا کہ بعض سورتوں کے آغاز میں حروفِ مقطعات بھی متشابہات کی اقسام سے ہیں، موصوف کے بقول پیش گوئیوں کو بھی ایسے ہی خیال کرنا چاہئے۔

مولانا زاہد الراشدی

مولانا زاہد الراشدی صاحب مصروفیت کی بنا پر خود تو تشریف نہ لا سکے تاہم انہوں نے مندرجہ ذیل تحریر بھیج کر اپنا نکتہ نظر پیش کیا:

''جس مسئلہ پر مذاکرہ کا انعقاد ہو رہا ہے، اس کے تمام پہلوؤں پر کچھ عرض کرنا تو سردست مشکل ہے البتہ ایک دو اُصولی باتوں کے حوالے سے مختصراً گزارش کر رہا ہوں کہ قرآن کریم یا جناب نبی کریمؐ کی پیش گوئیوں کا اپنے دور کے واقعات پر اطلاق یا انہیں مستقبل کے حوالہ کر کے ان کے وقوع کا انتظار خود حضرات صحابہ کرام کے دور میں بھی مختلف فیہ رہا ہے۔ سورۃ الدخان میں 'دخان' اور البطشة الکبریٰ کی پیش گوئیوں کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے دور کے حالات پر اطلاق کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ انہیں قیامت کی نشانیوں میں شمار کر کے اپنے دور میں ان کے وقوع کی بات قبول نہیں کرتے۔ اس سے اصولاً یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پیش گوئیوں کے بارے میں تعبیر و تاویل کا دامن اس قدر تنگ نہیں ہے اور اہل علم کے لئے اس کی گنجائش بہرحال موجود ہے۔

اصل اُلجھن ہمارے ہاں یہ رہی ہے کہ ہر دور میں اس نوعیت کی پیش گوئیوں کو اپنے دور کے اَحوال وظروف کے دائرے میں رہ کر سمجھنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ وہی بات اب بھی ہو رہی ہے جبکہ مستقبل کا اُفق بہت وسیع ہے مثلاً امام مہدی کے ظہور کی روایات کا اطلاق بعض اہل علم نے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز پر بھی کرنے کی کوشش

www.KitaboSunnat.com

کی تھی اور یہ اس لئے ہوا تھا کہ ایسے کرنے والوں کے سامنے صرف اس دور کا تناظر تھا جبکہ مستقبل کے قیامت تک کے تناظر اور امکانات کو بھی سامنے رکھا جائے تو تاویل وتعبیر میں اس قدر آگے جانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ احادیثِ نبویہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کا ظاہری مفہوم سرے سے اس میں تحلیل ہوکر رہ جائے۔

ایک مسئلہ یہ بھی ذہنوں کے لئے پریشانی کا باعث بن جاتا ہے کہ پیش گوئیوں کا ظاہری حالات میں پورا ہونا ممکن نظر نہیں آتا تو اسے عقلی طور پر قابل قبول بنانے کے لئے تاویل کا سہارا لینا مناسب سمجھا جاتا ہے جو ایک غیر ضروری محنت ہے کیونکہ مستقبل کے اِمکانات کا دائرہ حال کے امکانات سے کہیں زیادہ وسیع اور مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ اور اس میں یہود کی ابتدائی کامیابیوں کا جن روایات میں تذکرہ ملتا ہے، آج سے ایک صدی قبل کے احوال وظروف میں اس کا کوئی اِمکان نظر نہیں آتا تھا لیکن آج اس کا وقوع بھی ہو چکا ہے۔ اس لئے میرا اپنا ذوق تو یہی ہے کہ پیش گوئیوں کو ان کے اصل مفہوم ہی میں سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اپنے دور کے حالات پر اس کا ہر حال میں اطلاق کرنے یا ان کے بظاہر ممکن نہ ہونے کو حتمی سمجھنے کی بجائے مستقبل کے پردۂ غیب میں مستور امکانات کے حوالے کر دیا جائے۔ البتہ اس باب میں اہل علم کے بحث ومباحثہ اور تاویل وتعبیر کے حق سے انکار نہ کیا جائے۔ بحث ومباحثہ اور تعبیر وتاویل کا یہ عمل گذشتہ چودہ صدیوں سے جاری ہے اور اب اس پر قدغن لگانے کا نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔''

مولانا ارشاد الحق اثری

مولانا ارشاد الحق اثری نے مولانا زاہد الراشدی کی تحریر کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فہم وبصیرت عطا کی ہے، اس پر پابندی عائد نہیں ہونی چاہئے تاہم اہل علم کو یہ احتیاط ضرور ملحوظ رکھنی چاہئے کہ وہ وہی موقف اختیار کریں جو سلف کے ہاں پسندیدہ تھا۔

موصوف نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ سے زمینی حقائق کے متعلق بہت سی روایات مروی ہیں لیکن صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے ادوار میں کسی نے بھی ان میں رائے زنی کی جسارت نہیں کی بلکہ وہ ان کے وقوع کا انتظار کرتے رہے۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی کہ مدینہ

www.KitaboSunnat.com

کے مشرق میں بصرہ کے شہر سے آگ نکلے گی جو (ساڑھے تین سو میل کی) لمبی مسافت سے دیکھی جائے گی اور وہاں کے چرواہے اس آگ کی روشنی میں اپنے اونٹوں کو پہچان سکیں گے۔ اس وقت ساڑھے تین سو میل سے آگ کا نظر آنا، بادی النظر میں اس کا تصور بھی محال تھا۔ لیکن یہ ایک زمینی حقیقت تھی جو زبانِ رسالتؐ سے صادر ہوئی اور پھر یہ واقعہ رونما ہوا، کائنات نے اس کا مشاہدہ کیا۔ لہٰذا ہمیں بھی سلف کی طرح اس بارے میں محتاط رویہ اختیار کرنا چاہئے اور توجیہات وتاویلات کرنے سے حتیٰ الامکان گریز کرنا چاہئے۔

اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ کی غزوۂ ہند سے متعلقہ مشہور حدیث بھی زیر بحث آئی۔ تو مولانا نے فرمایا کہ جہادی تنظیمیں کشمیر کے حوالے سے پاک بھارت جنگ کو غزوۂ ہند کا مصداق قرار دینے میں مغالطے کا شکار ہیں۔ اس لئے کہ مسند احمد میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے اپنے الفاظ ہیں کہ ''ہم ارضِ بصرہ کو ارضِ ہند سمجھتے تھے۔'' مولانا نے فرمایا کہ اس روایت کو امام ذہبیؒ نے 'سیر اعلام النبلاء' اور امام یعقوب بن سفیان نے اپنی 'تاریخ' میں بھی نقل کیا ہے اور اس روایت کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علاقہ دراصل 'ارضِ بصرہ' ہی کا تھا جسے صحابہ کرام ارضِ ہند سمجھتے تھے۔

اس پر تعلیق چڑھاتے ہوئے حافظ عبدالرحمٰن مدنی نے وضاحت فرمائی کہ کشمیر کا مسئلہ برصغیر کا داخلی مسئلہ ہے یعنی جب رسولؐ نے ہندوستان سے لڑنے کی پیش گوئی فرمائی تھی اس وقت پاکستان مع کشمیر 'ہند' کا ہی حصہ تھے، اس لئے غزوۂ ہند سے مراد پاک و ہند کی باہمی لڑائی نہیں ہوسکتی بلکہ زیادہ امکان ہندوستان کے باہر سے آنے والے جرنیل محمد بن قاسم ثقفی کا واقعہ ہے جو گذر چکا ہے۔

محمد عطاء اللہ صدیقی

پیش گوئیوں کے بارے میں الہامی خبروں کی صداقت اور سائنسی توجیہات کے رویہ پر گفتگو کرتے ہوئے جناب صدیقی صاحب نے سائنس اور اسلام کے تصادم کے بارے میں خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تصور غلط ہے کہ سائنس اور اسلام کے درمیان تصادم

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ 'سائنس اور مذہب' کے تصادم کا معرکہ عیسائیت کے بگڑے ہوئے مذہبی تصور کے حوالہ سے برپا ہوا۔ کیونکہ بائبل میں یہ موقف موجود ہے کہ زمین ساکن ہے چنانچہ اس معرکہ میں جس نے بھی اس کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا، اسے ناقابل تلافی جرم قرار دیا گیا اور اس کی پاداش میں سینکڑوں عیسائی مفکرین کو سزائے موت دی گئی۔ پیش گوئیوں کے حوالے سے صدیقی صاحب نے کہا کہ ان کی تعیین کے بارے میں صحابہ کرام کا بھی اختلاف رہا ہے مثلاً بعض صحابہؓ ابن صیاد کو دجال سمجھتے تھے جبکہ بعض اس کے خلاف رائے رکھتے تھے۔

علاوہ ازیں موصوف نے علماے مذاکرہ کو توجہ دلائی کہ آج مسلمانانِ عالم جن حالات کا شکار ہیں، اس کے پیش نظر ان پیش گوئیوں کی تعبیر وتفحص میں اپنی توانائیاں زیادہ صرف کرنے کی بجائے مسلمانوں کو درپیش چیلنجز کا حل سوچنا چاہئے۔

مولانا مسعود عالم شرقپوری

اس کے بعد مولانا مسعود عالم صاحب کو اظہارِ خیال کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے پہلے اس مجلسِ مذاکرہ کے انعقاد پر مدنی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اس طرح علماء کو ایک فورم پر جمع کرکے اہم موضوعات پر اظہارِ خیال کو ایک مفید طریقہ کار اور قابل قدر اقدام قرار دیا۔ اس کے بعد انہوں نے دو پہلوؤں سے گفتگو کی: انہوں نے جناب صدیقی کے اس موقف کہ ایسے موضوعات پر وقت صرف نہیں کرنا چاہئے، سے عدمِ اتفاق کرتے ہوئے فرمایا کہ نبیؐ نے بعض مجالس میں اتنی وضاحت اور اہمیت سے فتن اور اشراط الساعہ کا تذکرہ کیا ہے کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ''جب آپ بیان فرما رہے ہوتے تو ہمیں یوں محسوس ہوتا کہ جیسے ہم یہ چیزیں اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں یا ایسی ہی کوئی شخصیت ابھی کہیں اوٹ سے نمودار ہوجائے گی'' اور رسول اللہ ﷺ کا تفصیل سے ان کا تذکرہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چیزیں ایمانیات کا حصہ ہیں، اس لئے ان میں نکھار ہونا چاہئے کہ کون سی چیزیں اس حوالہ سے رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں کہ ان پر ایمان لایا جائے اور کون سی چیزیں ثابت نہیں کہ ان پر یقین نہ کیا جائے۔

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد انہوں نے حالات پر ان پیش گوئیوں کے انطباق کے پہلو سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ سے مستند خبروں کی روایات کو جمع کر کے ان کی رعایت کرتے ہیں اور بعض لوگ ان پیش گوئیوں کو تمثیل اور استعارہ کے رنگ میں سمجھتے ہیں۔ لیکن ایمانیات کے بارے میں سلف کا نقطہ نظر ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ انہوں نے ظاہری الفاظ کا اعتبار کیا اور ایمانیات کے اندر تمثیل اور استعارہ کو برداشت نہیں کیا، لہٰذا ہمیں بھی وہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو صحابہ اور سلف تابعین نے اختیار کیا، کیونکہ اسی دور کا فہم حجت ہے، وہ لوگ نبیؐ کے الفاظ کو بہتر سمجھتے تھے اور یہ کہنا کہ صحابہؓ کے فہم میں غلطی ہوسکتی ہے، درست نہیں اور پھر یہ چیزیں رسول اللہ ﷺ نے عام لوگوں کے ایمان اور یقین کے لئے بتائی ہیں اور عام لوگوں کے لئے شارع کا طریقہ تمثیل اور استعارہ کا نہیں ہے۔ لہٰذا اُنہیں ظاہری الفاظ میں ہی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

بعض لوگوں نے تاویل کے ذریعے کھینچ تان کر مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی، لیکن بعد کے واقعات نے اسے غلط ثابت کر دیا۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث کہ ''دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ نکلے گا.....'' اب اس کے بارے میں لوگوں نے تاویلات کے سہارے پر عجیب وغریب تعبیرات پیش کی ہیں جبکہ زمینی حقائق نے ابھی تک ان کا ساتھ نہیں دیا۔

نیز انہوں نے پیش گوئیوں کو متشابہات قرار دینے کے نظریہ کو غلط قرار دیا۔ اور کہا کہ ہمیں بہرحال ان پیش گوئیوں کو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ سے سمجھنے کی کوشش کرنا چاہئے، البتہ ان کا مصداق متعین کرنے میں اختلاف ہوسکتا ہے اور سلف میں بھی ہوا۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث یوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل فلا يجدون أعلم من عالم المدينة کا مصداق بعض نے عمرؒ بن عبدالعزیز کو قرار دیا اور بعض نے سعید بن میبّبؒ کو اور بعض کے بارے میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ ''پہلے ہم فلاں کو اس حدیث کا مصداق سمجھتے تھے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے مراد امام مالکؒ ہیں۔'' اس سلسلہ میں ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ تحقیق کے ذریعے صحیح روایات کو جمع کر کے الفاظ کا مفہوم اُجاگر کیا جائے اور تمثیلی اور

www.KitaboSunnat.com

تاویلی موقف کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

حافظ محمد شریف

مرکز التربیۃ الاسلامیہ، فیصل آباد کے مدیر حافظ محمد شریف صاحب نے قرآنِ مجید کی آیت ﴿وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ سے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کے رسولؐ نے جن چیزوں کو مجمل چھوڑ دیا اور خاص وقت کے ساتھ ان کا تعین نہیں کیا تو مخصوص حالات اور اوقات کے ساتھ ان کے تعین کی کوششیں اس آیت کے منافی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یاجوج ماجوج کے بارے میں مولانا آزاد، مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی رحمہم اللہ وغیرہ نے جو کچھ کہا ہے، مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی تفسیر میں ان کی بہتر انداز میں تردید وتوضیح کی ہے۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ اللہ کے رسولؐ کی پیش گوئیاں سچی ہیں، اس لئے ان پر صدقِ دل سے ایمان لانا چاہئے۔ البتہ ان کی کیفیت و ماہیت کیا ہے، یاجوج ماجوج اور دجال وغیرہ کہاں ہیں یا ان کا ظہور کب ہوگا؟ اس بارے میں حتمی فیصلہ دینا بسا اوقات نقصان کا باعث بھی ہوتا ہے۔ مثلاً خلیج کی جنگ (۱۹۹۱ء) کے حوالہ سے بعض لوگوں نے اللہ کے رسولؐ کی پیش گوئیوں کی روشنی میں صدام حسین کو زندیق اور اس کے بالمقابل اتحادی افواج کو مسلمان اور اہل کتاب قرار دیا اور کہا: یہ پہلے صدام پر فتح یاب ہوں گے، پھر دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ نمودار ہونے پر باہم لڑیں گے اور اس کے بعد امام مہدی کا ظہور ہوگا لیکن بعد کے واقعات نے اس کو غلط ثابت کردیا۔ اب جنہیں ہم نے یہ احادیث سنا کر تاویلیں اور تعبیریں کیں، وہ ہمارے بارے میں کیا تاثر قائم کریں گے؟ صاف ظاہر ہے کہ یا تو وہ ہمیں جھوٹا کہیں گے یا پھر اللہ کے رسولؐ کی پیش گوئیوں کو ناقابل اعتبار قرار دیں گے.....!

مدنی صاحب کی توضیح

چونکہ مذاکرے کا ارتکاز زیادہ تر پیش گوئیوں کے تعبیر کے جواز یا ان کے بارے میں توقف کی صورت اختیار کئے جارہا تھا، اس لئے حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے اس

www.KitaboSunnat.com

صورتحال کو معمول پر لانے کے لئے وضاحت فرمائی کہ جب اکابر صحابہؓ پیش گوئیوں کی تعیین کے حوالہ سے ایسی احتیاط ضروری نہ سمجھتے تھے تو آخر ہمیں احتیاط کی اتنی کیا ضرورت ہے؟ پھر اگر پیش گوئیوں سے صورتحال کا تعین کرنا ہی غلط قرار پائے تو ان کا فائدہ ہی کیا ہے؟ اس سلسلے میں انہوں نے قرآن میں مذکور یاجوج ماجوج اور صحیح احادیث میں مذکور امام مہدی اور دجال وغیرہ کے حوالہ سے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سب کے بہت سے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ان کا تعین کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان پیش گوئیوں کا غیر یقینی اور غیر حتمی انداز سے تعین کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ قرائن وآثار اگر واضح ہوں تو صحابہ کرامؓ نے بھی ان کا تعین کیا ہے اور اس تعین میں ان کا اختلاف بھی ہوتا رہا ہے۔ مثلاً جب ازواجِ مطہراتؓ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم میں سے سب سے پہلے (آخرت میں) آپؐ سے کون ملاقات کرے گی؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ أطولکن یدًا ''وہ جس کے ہاتھ تم میں سے سب سے زیادہ لمبے ہیں۔'' اس پر ازواجِ مطہرات نے لکڑی سے اپنے اپنے ہاتھ ماپنا شروع کردیئے۔ چنانچہ حضرت سودہؓ ان میں سب سے لمبے ہاتھوں والی نکلیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت سودہؓ کی بجائے حضرت زینبؓ سب سے پہلے فوت ہوئیں تو اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی پیش گوئی کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں والی سے آپؐ کی مراد یہ تھی کہ جو زیادہ صدقہ کرنے والی ہوگی اور حضرت زینبؓ کو صدقہ کرنا بڑا محبوب تھا۔ (بخاری؛ ۱۴۲۰)

اسی طرح دجال والی پیش گوئی کے حوالہ سے بھی صحابہ کرامؓ میں اختلاف رونما ہوا، بعض صحابہ ابن صیاد ہی کو دجال قرار دیتے تھے جبکہ بعض کا موقف اس کے برعکس تھا۔ اسی طرح الأئمة من قریش والی روایت کے بارے میں حضرت عمرؓ کا موقف یہ تھا کہ اس سے خاص قریشی نسل مراد نہیں بلکہ اس دور کے ایسے ممتاز لوگ مراد ہیں جنہیں معاشرے میں قریش جیسا دینی رسماجی مقام حاصل ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کو تسلیم کرنے کے باوجود وہ اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کے موقع پر حسرت سے فرماتے تھے کہ آج اگر سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ زندہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تو میں اس کو خلیفہ بناتا۔ اسی طرح معاذ بن جبلؓ کے بارے میں بھی آپؐ کی اس خواہش کا ذکر ملتا ہے حالانکہ سالم غلام تھے اور معاذ بن جبلؓ انصاری ہیں، نسلاً قریشی نہیں ہیں!

مولانا حافظ عبدالوحید

مولانا حافظ عبدالوحید صاحب نے بھی پیش گوئیوں کے تعین کے موقف پر زور دیا اور کہا کہ دورِ حاضر میں مسلمانوں کی اندوہناک صورتحال کے پیش نظر اس قسم کے مسائل میں مسلمانوں کی رہنمائی کرنا ضروری ہے۔

ایمانیات کے بارے میں ضروری نہیں کہ صرف مابعدالطبیعاتی (غیبی) اُمور پر ہی ایمان لایا جاتا ہے بلکہ ماضی اور مستقبل کے زمینی حقائق کے بارے میں رسول کریم ﷺ کی ایسی خبروں کو سچا تسلیم کرنا بھی ایمانیات میں داخل ہے۔ غیبی امور کی بلاوجہ تاویل ضرور ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ کی ممانعت کے تحت آتی ہے لیکن ارضی واقعات کے اوصاف اگر زبانِ رسالت سے پیش ہو چکے ہوں تو ان اوصاف کی مدد سے اشخاص و اقوام کا تعین غیبی اُمور کی غلط تاویل کا رویہ قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ان کی توجیہ مناسب ہے اور مطلوب بھی۔

نیز تشبیہ کی دو قسمیں ہیں: تشبیہ مفرد جسے استعارہ کہتے ہیں دوسری تشبیہ مرکب جسے تمثیل کہا جاتا ہے۔ ماضی یا مستقبل میں پیش آنے والے واقعات میں بہت دفعہ تشبیہ مرکب (تمثیل) کی شکل ہوتی ہے جس میں اجزاے واقعہ کے بجائے صورت واقعہ کی مشابہت مطلوب ہوتی ہے۔ بلا شبہ پیش گوئیوں میں وارد کئی واقعات میں صورت حال مراد لینے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

جناب عمار ناصر کے سوالات

اسی موقف کو نکھارنے کے لئے جناب عمار ناصر نے تعبیر و توجیہ کے بارے میں توقف اختیار کرنے والے اہل علم کے سامنے دو سوالات پیش کئے اور کہا کہ مذاکرہ میں جو جذباتی انداز سامنے آیا ہے، وہ یہ ہے کہ پیش گوئیوں کے حوالہ سے اللہ کے رسولؐ نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کو روایت تو کر دینا چاہئے لیکن قرائن و احوال کی مدد سے کسی خاص صورتحال کو اس

www.KitaboSunnat.com

پر منطبق کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ اللہ کے رسولؐ نے مستقبل کے متعلق جو پیش گوئیاں کی تھیں، ان کا مقصد کیا تھا؟

انہوں نے کہا کہ اس بارے میں میری رائے یہ ہے کہ مستقبل کے حوالے سے آپ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے، ان مین سے اکثر چیزوں کا تعلق غیبی امور سے نہیں۔ غیبی امور میں سے جنت وجہنم، صفاتِ الٰہی وغیرہ سے متعلقہ کیفیتیں اگر ہمیں نہ بھی بتائی جائیں تو ہمارے ایمان بالغیب پر کوئی زد نہیں پڑتی لیکن پیش گوئیوں کا مقصد دراصل انسان میں مستقبل کو جاننے کی جستجو کے فطری جذبہ کی تسکین ہے اور پیش آمدہ واقعات کے بارے میں خوشخبری یا احتیاط کے پہلو اختیار کرنے کا رویہ بھی مطلوب ہے، لہٰذا اس فطری جذبہ جستجو کی بنا پر مستقبل کی پیش گوئیوں کے بارے میں کسی واضح تعبیر وتعیین کی گنجائش ہونی چاہئے۔

دوسرا سوال انہوں نے یہ کیا کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ قرائن وآثار کی روشنی میں ہم پیش گوئیوں کو کسی خاص صورتحال پر منطبق نہیں کرسکتے تو جب متعین اشخاص واقوام یا کوئی واقعہ حقیقت میں رونما ہوگا مثلاً امام مہدی کا ظہور وغیرہ تو اس کا تعین کیسے ہوگا؟ کیا اس وقت ہاتفِ غیبی کی طرف سے کوئی باقاعدہ اعلان ہوگا کہ فلاں شخص امام مہدی ہے؟ آخر اس کا تعین بھی تو قرائن واحوال کی روشنی ہی میں ہوگا.....!

مولانا مسعود عالم کا جواب

مولانا مسعود عالم نے ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جہاں تک یہ خیال ہے کہ مستقبل کو جاننے کے لئے انسان میں جستجو کا فطری جذبہ موجود ہے جس کی بنیاد پر انسان اپنے علم کو دنیاوی اُمور کے اندر ترقی دینے کی جستجو کرتا ہے تو اس کی ضرور حوصلہ افزائی ہونی چاہئے۔ لیکن وحی پر مبنی اُمور کے بارے میں اس مفروضہ کی بنیاد پر کہ اللہ کے رسولؐ نے کچھ کڑیاں تو بتادی ہیں اور باقی خالی جگہ کو انسان اپنے جذبہ جستجو سے پر کرکے ان کڑیوں کو باہم ملا سکتا ہے لہٰذا ان غیبی امور کے بارے میں رائے زنی شروع کردی جائے، یہ بات غلط ہے اور قرآن مجید کی اس آیت ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ کے منافی ہے۔ علم میں توسع

www.KitaboSunnat.com

کے جذبہ کی تسکین کے لئے دنیاوی اُمور میں تجربات کا میدان کھلا ہے لیکن وحی الٰہی کو اس جذبہ کی تسکین کے لئے تجربات کا تختۂ مشق نہیں بنایا جاسکتا۔

دوسرے سوال یہ کہ اس واقعہ کے حقیقت میں رونما ہونے کی صورت میں اس کی تعیین کیسے ہوگی، کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ چونکہ امت بحیثیتِ مجموعی معصوم ہے، یعنی پوری اُمت رسول اللہ ﷺ کے فرمان "لا تجتمع أمتی علی الضلالة" (میری اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی) کے بموجب گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا جب کسی پیش گوئی سے متعلقہ واقعہ حقیقت میں ظہور پذیر ہوگا تو اس وقت مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینے والے علما اور اہل حل وعقد اس کی حقیقت وتعین پر مجتمع ہوجائیں گے۔ اب اگر اتفاق نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اللہ نے اُمت کو معصوم بنایا ہے اور تمام اُمت ایک غلط چیز پر جمع نہیں ہوسکتی۔

وضاحت طلبی

اس پر جناب عمار ناصر نے پھر نکتہ اٹھایا کہ اُمت کا آخرکار ایک واقعہ کی حقیقت پر جمع ہوجانا ان کے ابتدائی اختلاف کو مانع نہیں۔ لازمی طور پر پہلے اس پر بحث ومباحثہ ہوگا یا رائے زنی ہوگی۔ جس پر اختلاف بھی ہوگا پھر آخرکار اس پر اتفاق ہوجائے گا اور غالباً اثری صاحب کی سابقہ گفتگو کا بھی یہی حاصل ہے۔

حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب

پیش گوئیوں کے بارے میں مذکورہ بالا مکالمے کے بعد حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے اراکین مجلس کی مذاکرے کے مرکزی سوال (استعارے کی حدود) کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہوئے فرمایا کہ جہاں تک پیش گوئیوں کے بارے میں ظاہری الفاظ کا تعلق ہے تو اس میں ہمیں صحابہ کرام کے انداز سے یہی روشنی ملتی ہے کہ صحابہ کرام عربی زبان کے اُسلوب استعارہ کے مطابق کسی چیز کے تعین سے گریز نہیں کرتے تھے بلکہ گفتگو میں اسلوبِ استعارہ کو بھی مدنظر رکھا کرتے تھے مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فتنوں کے بارے میں رسولؐ کی پیش گوئیوں کے متعلق سوال کیا تو حضرت حذیفہؓ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

"ليس عليك منها بأس يا أميرالمؤمنين، إن بينك وبينها بابا مغلقا" امیر المومنین! آپ کو ان فتنوں سے پریشان ہونے کی کیا ضرورت؟ آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان تو بند دروازے کی رکاوٹ ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا: "أيكسر الباب أم يفتح؟" وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ اسے توڑا جائے گا۔ بعد میں مسروق تابعی نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ دروازے سے آپ کی کیا مراد تھی؟ تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: عمر فاروقؓ۔ (بخاری؛۷۰۹۶)

گویا اس روایت میں حضرت حذیفہؓ نے دروازے سے حضرت عمرؓ کو اور دروازے کے ٹوٹنے سے ان کی شہادت کا استعارۃً مراد لیا ہے۔ اسی طرح اس حدیث "لا تقوم الساعة حتى تضطرب اليات نساء دوس على ذي الخلصة" (بخاری) میں تضطرب إليات نساء بھی ذي الخلصة بت کی زیارت اور طواف سے استعارہ ہے۔

ان تمام احادیث اور ان سے ملتی جلتی دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ کو جو جوامع الكلم کی نعمت عطا ہوئی تھی، اس میں جوامع الکلم کی ایک شکل استعاراتی اسلوب بھی تھا اور عربی ادب میں اس کا استعمال بہرحال موجود ہے جس سے مجال انکار نہیں مگر اصل مسئلہ استعارہ کی حدود و شرائط کا ہے مثلاً دجال کے بارے میں جب ایسی صریح و صحیح احادیث موجود ہیں جو دجال کی شخصیت کو متعین کر دیتی ہیں تو پھر اس سے استعاراتی طور پر کوئی قوم مراد لینا سراسر غلط ہے مثلاً دجال کے بارے میں آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے:

"رجل جسيم أحمر جعد الراس أعور العين كأن عينه عنبة طافية ..... أقرب الناس به شبها ابن قطن" (بخاری؛۷۱۲۸)

''(مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ دجال) سرخ رنگ کا موٹا شخص ہے، اس کے بال گھنگریالے، اسکی آنکھ کانی اور ایسے تھی جیسے پھولا ہوا انگور ہوتا ہے۔ اسکی شکل وصورت عبدالعزیٰ بن قطن (دورِ جاہلیت میں فوت ہونے والا ایک شخص) سے بہت ملتی تھی۔''

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ: "وإن بين عينيه مكتوب كافر (ک ف ر)"

www.KitaboSunnat.com

(بخاری؛۷۱۳۱) ''اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا'' اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ''جب وہ مدینے کے قریب آنے کی کوشش کرے گا تو اس کی طرف ایک آدمی جو تمام لوگوں سے بہتر ہوگا، نکلے گا اور اسے کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسولؐ نے اپنی حدیث بیان فرمائی ہے۔'' (بخاری:۷۱۳۲)

ان تمام روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک شخص ہوگا نہ کہ مجازی طور پر کوئی قوم یا ملک۔ صحابہ کرام بھی اسے شخص ہی سمجھتے تھے، البتہ ان کا اختلاف اس بات پر ہوا کہ وہ شخص ابن صیاد ہے یا کوئی اور۔ اگر اس سے مراد امریکہ یا اسرائیل یا کوئی اور ملک وقوم ہوتی تو اللہ کے رسولؐ ان کے اختلاف پر ضرور یہ کہہ دیتے کہ ساتھیو! دجال کوئی شخص نہیں کہ تم اسے متعین کرتے پھرو بلکہ وہ تو کوئی جابر استبدادی قوت ہوگی!

مگر آنحضرت ﷺ کا بوقتِ ضرورت کوئی ایسی بات نہ کرنا اسی بات کی قطعی دلیل ہے کہ دجال سے مراد شخصیت ہے، کوئی استعاراتی امر (یعنی دجالی قوتیں وغیرہ) نہیں۔

مدنی صاحب نے مزید فرمایا کہ میری رائے میں ہم استعارہ کی حدود میں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ اس بارے میں ہمارا رویہ متوازن ہونا چاہئے۔ جہاں کہیں (تشبیہِ مفرد کی صورت میں) اشخاص مراد ہوں وہاں استعارہ کی صورت میں بھی اشخاص ہی مراد لینے چاہئیں نہ کہ قوتیں۔ مثلاً ملائکہ و جنات اللہ تعالیٰ کی مخصوص مخلوق ہیں، نہ کہ نیچریوں کے بقول صرف روحانی قوتیں یا اُجڈ لوگ۔ اسی طرح دجال، امام مہدی اور حضرت مسیحؑ وغیرہ سے مراد مخصوص اشخاص ہیں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو اپنے لئے مثل مسیح کا نظریہ پیش کیا ہے، یہ سراسر تحریفِ دین ہے، اسے استعارہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ دریائے فرات سے سونے کے پہاڑ کے نمودار ہونے پر الملحمة العظمٰی کی جو پیش گوئیاں احادیث میں موجود ہیں، اس کے بارے میں میرا ذہن اگرچہ اس طرف جاتا ہے کہ چودہ سو سالہ پہلے والی خبر کے الفاظ سے اگر استعارہ کی صورت میں سیال سونا (پٹرول) مراد لے لیا جائے تو اس کی گنجائش نکل سکتی ہے لیکن میں اسے حتمی تعبیر نہیں کہہ سکتا بلکہ اس کی نوعیت اسی طرح کی ہے جس طرح درج ذیل قرآنی پیش گوئی

www.KitaboSunnat.com

کی ہے کہ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الدخان:۱۰)

''آپ اس دن کے منتظر رہیں جب کہ آسمان واضح دھواں لائے گا۔''

اب اس سے بعض اہل علم مثلاً حضرت ابن مسعودؓ، مجاہدؒ، ابوالعالیہؒ، ضحاکؒ وغیرہ نے تو یہ مراد لیا کہ یہ کوئی حقیقی دھواں نہیں ہے بلکہ اہل مکہ جب قحط سالی کا شکار ہوئے وہ جب آسمان کی طرف دیکھتے تو بھوک اور کمزوری کی شدت کی وجہ سے انہیں دھواں سا محسوس ہوتا تھا۔ یعنی ان کے نزدیک اس قرآنی پیش گوئی سے انسانوں کی ایسی نفسیاتی کیفیت کا استعارہ مراد ہے۔ جبکہ ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابوسعیدؓ، حضرت حذیفہؓ اور کئی تابعین کے بقول اس سے مراد حقیقی طور پر وہ دھواں ہے جو قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوگا اور اس کا ظہور تا حال نہیں ہوا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تفسیر طبری :۱۵/۱۱۱ تا ۱۱۴، تفسیر قرطبی :۱۶/۱۳۱، ابن کثیر: ۷/ ۲۳۷، شرح مسلم للنووی:۱۸/۱۲، التذکرة للقرطبی:۶۵۵)

بہرصورت میری رائے میں استعاراتی توجیہات کے جواز کے باوجود یہ احتیاط ضرور ملحوظ رکھنی چاہئے کہ کسی بھی ایسے موقع ومحل کی تعیین کے وقت پہلے ایسی تمام صحیح روایات کو جمع کرلیا جائے اور بغور یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ دیگر روایات واحادیث میں کوئی ایسے الفاظ تو موجود نہیں جو استعارے کی وسعتوں کو محدود کررہے ہوں ۔تشبیہ مفرد کی صورت میں دریائے فرات کے مذکورہ بالا سونے کے پہاڑ کے حوالہ سے بعض روایات کا اسلوب اس سے سیال سونا (Black Gold) مراد لینے سے مانع نظر آتا ہے لیکن بعض روایات نے پہاڑ کی بجائے کنز (خزانہ) کا لفظ استعمال کیا ہے گویا روایتِ حدیث میں ہی مفہوم کے اختلاف کی کچھ گنجائش نکل رہی ہے اس بنا پر تعبیر کی وسعت کا رویہ اختیار کرنے والے پر گمراہی کا فتویٰ عائد نہیں کیا جاسکتا۔

تشبیہ مرکب: البتہ اگر (تمثیل واقعہ) کے طور پر مسلمانوں کی دولت پر کفار سے لڑائیوں اور تباہی کی صورت حال سامنے رکھی جائے تو واقعات کی موجودہ حالات سے کافی حد تک مماثلت موجود ہے۔ خلیج کی موجودہ جنگ کو 'اُمّ المحارب' بھی قرار دیا جارہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آغازِ جنگ ہے پتہ نہیں انجام کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ آمین! ☆

زیر نظر مذاکرہ اور کلوننگ پر ہونیوالے ایک لیکچر کی آڈیو ریکارڈنگ سی ڈی میں دستیاب ہے۔ قیمت ۵۰ روپے

www.KitaboSunnat.com